رب سے ملاقات

خرم مراد

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی زندگی کا میاب بنانے لے لیے جو ہدایت دی ہے اس کا ماحصل مختلف الفاظ اور مختلف انداز میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

ایک پہلو سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ:- اپنے رب سے ملاقات کی تیاری کرو۔اگر دیکھا جائے تو ایک لحاظ سے ہمارا ہر کام اسی مقصد کے لیے ہے۔اللہ کی بندگی بھی اسی لیے کرنا ہے کہ اللہ سے ملنا ہے اور اپنی زندگی کے بارے میں جواب دینا ہے۔ اچھے اخلاق بھی اسی لیے اختیار کرناہیں، عبادات اور اللہ کی راہ میں جہاد اور اُس کے دین کے لیے ساری سرگرمیاں بھی اسی لیے ہیں۔ اگر موت کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات نہ کرنا ہوتی اور ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ زندگی موت پر ختم ہوجائے گی، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اللہ کی بندگی کرتے، نماز پڑھتے، سخت سردی میں وضو کرکے نماز ادا کرتے۔کوئی وجہ نہیں کہ ہم سچ بولیں، وعدہ پورا کریں، دوسروں کے حقوق ادا کریں اور کسی پر ظلم نہ کریں۔کوئی وجہ نہیں کہ ہم دین کی خدمت کے لیے، اللہ کی راہ میں وقت اور مال لگائیں، دعوت کاکام یا جہاد کریں۔ اللہ سے ملاقات نہ کرنا ہو تو یہ سارے کام فضول اور بے کار ہوں گے۔حقیقت یہ ہے کہ زندگی کے ہر کام میں، حقیقی معنی اس یقین سے پیدا ہوتے ہیں کہ اللہ سے یقیناملاقات کرنا ہے اور اپنی زندگی کے بارے میں جواب دیناہے۔

آخرت کی یاد دہانی

اللہ سے ملاقات پر یقین اور اس کے لیے تیاری ہی وہ قوت اور وہ روشنی ہے جو اللہ کی راہ پر چلنے کے لیے طاقت بخشتی ہے، اور زندگی کی راہیں روشن کرتی ہے۔یہی وہ چیز ہے جس کو ہم پاور ہاؤس کہہ سکتے ہیں، وہ پاور ہاؤس جس کے بل پر اچھے اعمال، پاکیزہ اخلاق اور دینی جدو جہد کی گاڑی رواں رواں رہتی ہے۔

انبیاے کرامؑ اور خود ہمارے نبیؐ کو، جب اس کام کی ذمہ داری دی گئی کہ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلائیں تو انھوں نے سب سے پہلے، اللہ سے ملاقات کے لیے تیاری کرنے کی دعوت دی، دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی دائمی زندگی کا یقین دلایا۔ جب حضورؐ کو عام لوگوں کے سامنے دعوت پیش کرنے کا حکم ہوا تو آپؐ سے پہلی بات یہی کہی گئی کہ:

قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ (المدثر ۷۴ : ۲) اٹھو اور خبردار کرو۔

پھر جب حکم آیا کہ اپنے رشتہ داروں کو دعوت دو توتب بھی یہی حکم ہوا:

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ (الشعراء ۲۶:۲۱۴)جوتمھارے قریبی رشتہ دار ہیں ان کو ڈراؤ، آگاہ کرو، ہوشیار کرو۔

جب وحی باقاعدہ نازل ہونا شروع ہوئی تو حضورؐ کے لیے، نبی اور رسول سے زیادہ منذر کا لفظ استعمال ہوا جس کے معنی ہیں ڈرانے والا، آگاہ کرنے والا، خبردار کرنے والا۔ اسی لیے نبی کریمؐ، نبوت کے پہلے دن سے لے

کر آخری لمحے تک، اللہ سے ملاقات کی مسلسل تذکیر کرتے رہے، اس کے لیے تیاری کرنے کی تاکید فرماتے رہے۔

آپؐ اپنے ساتھیوں سے جو گفتگو بھی کرتے، جو تقریریں کرتے، جو خطبے دیتے، غلطیوں پر ٹوکتے اور اچھی باتوں کی تعریف کرتے، تو اِس دوران میں، موت کے بعد کی زندگی کی یاد دلاتے، جنت کی خوشخبری سناتے اور نارِ جہنّم سے ڈراتے۔ قرآن مجید میں وہ آیات بہت کثرت سے موجود ہیں جو آخرت کا ذکر کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی یاد دلاتی اور اس سے ملاقات کی تفصیلات بیان کرتی ہیں۔ حضورؐ اکثر ایسی ہی آیات نمازوں میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

فجر کی نماز میں آپ زیادہ تر سورہ قٓ کی تلاوت کرتے۔اس سورہ میں پورا بیان ہی آخرت کا ہے کہ موت حقیقت کو آشکارا کرتی ہوئی آگئی، صور پھونک دیا گیا، سب کے سب، اللہ کے سامنے پہنچ گئے، حساب وکتاب ہوگیا، کوئی اُس جہنّم میں ڈالا گیا کہ جس کا پیٹ کسی طرح نہیں بھرتا اور کسی کے قریب وہ جنت لائی گئی کہ جس میں ہر خواہش پوری ہوتی ہے۔

اسی طرح سورۃ الواقعہ، حم السجدہ، الدھر، التکویر، الانفطار، الغاشیہ وغیرہ کی تلاوت بھی آپؐ کثرت سے فرماتے۔ آپؐ خطبہ دیتے تواس میں بھی عموماً قرآن مجید کی وہ آیات بیان فرماتے جو آخرت اور موت کی تیاری سے متعلّق ہوں۔مکہ میں قیام کے دوران میں معاشرتی معاملات کے سلسلے میں بہت کم احکام نازل ہوئے تھے۔صرف دین کی بنیادی اور اہم تعلیمات،بہت مختصر اور بڑے سادہ الفاظ اور جملوں میں بیان ہوتیں۔شریعت کی تفصیلات تو نہ تھیں لیکن ان جامع اور مختصر بنیادی تعلیمات ہی پر شریعت کی بنیادیں رکھی گئیں اور اس کا ڈھانچا بنایا اور اٹھایا گیا، مثلاً

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ (الّیل ۹۲: ۵-۶) ”جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا، اور اچھی بات کی تصدیق کی“۔ ان تینوں جملوں میں پورا کردارِ مطلوب بیان کردیا گیا۔اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝

(النّٰزعٰت ۷۹: ۴۰-۴۱) ”جو شخص [حساب کتاب لے لیے] اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو بے لگام خواہشات کے پیچھے جانے سے روک لیا، تو بس جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔“

ان مختصر تعلیمات کے ساتھ وہ طویل حصّے نازل ہوئے جو آخرت کے تفصیلی بیان پر مشتمل ہیں، جو جنت کا شوق اور رب کے حضور کھڑا ہونے کا خوف پیدا کرتے ہیں۔

عمل کا محرک

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل کے بعد، جب اسلامی معاشرہ وجود میں آگیا اور مزید تفصیلی احکام نازل ہونا شروع ہوئے تو ان احکام کے ساتھ ساتھ یہ تاکید بھی مسلسل کی گئی کہ اللہ سے ڈرو جس کے پاس تمھیں لوٹ کر جانا ہے، جس کا عذاب بہت سخت اور درد ناک ہے، جو ہر بات کو سنتا ہے، ہر ہر عمل کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے اور وہ تم سے حساب لے گا۔بعض روایات کے مطابق جو آخری آیت نازل ہوئی اور جس نے سورۂ بقرہ کے آخر میں جگہ پائی وہ یہ تھی:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾
(البقرہ ۲:۲۸۱) ''اس دن سے ڈررو، جس دن تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر ایک کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا اور کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہوگی''۔

گویا احکامات دیے تو ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے وہ پاور ہاؤس بھی بتایا جو ان احکام پر عمل کرنے کی قوت فراہم کرتا ہے، خواہ یہ وراثت کے احکام ہوں یا نکاح وطلاق کے، جہاد کے ہوں یا ایمانیات کے۔

جہاد کا حکم دیا تو بتایا کہ یہ جنت کا سودا ہے۔ جنت کے لیے جہاد کرو اور اس کے علاوہ کوئی اور مقصد سامنے مت رکھو۔ ایمان کی حقیقت بیان کی تو کہا: ہم نے ایمان لانے والوں کے جان ومال جنت کے بدلہ میں خرید لیے ہیں۔ اسی طرح جب مسلمانوں میں کوئی خرابی رونما ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ (الجمعہ ۶۲:۱۱) ''بتادیجیے جو کچھ اللہ کے پاس آخرت میں ہے، وہ دنیا کی ساری دل چسپیوں اور نفعے سے زیادہ بہتر ہے۔''

آخرت کے اجر پر یقین اور اس کی طلب پیدا ہوگی تو لوگ اجتماعی کام، بغیر کسی کے کہے بھی کریں گے۔ یقین نہیں ہوگا، تومارے باندھے بھی نہیں کریں گے۔ اسی طرح اگر جہاد پر جانے میں سستی دکھائی تو فرمایا:

اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ (التوبہ ۹: ۳۸) ''کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا ہے۔''

اس طرح سے قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی یاد اور اس کی تیاری کی فکر کے ذریعے، مسلمانوں کے روحانی امراض کا علاج کیا اور ان کو

ایمان کے تقاضے ادا کرنے کے لیے تیار کیا۔ پھر کیفیت یہ ہوگئی کہ صحابہ کرامؓ کے لیے جنت اور دوزخ اتنے حقیقی بن گئے جتنی کہ دنیا تھی۔ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ہر وقت ایک جیسی کیفیت طاری رہتی تھی۔ وہ بھی انسان تھے اور ہر قسم کے حالات سے گزرتے تھے لیکن ان کو غیب پر ایمان حاصل تھا۔ غیب پر ایمان ہی ان کے تقوے کی بنیاد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں متقین کی سب سے پہلی صفت ہی یہ بیان کی کہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ، وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ غیب میں اللہ تعالیٰ کی ذات بھی شامل ہے، جنت بھی اور دوزخ بھی۔ ان پر ایمان کے بغیر تقویٰ پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ صحابہؓ کا حال یہ تھا کہ گویا جنت میں رہتے، جنت کی خوشبو سونگھتے اور جنت کی نعمتوں کا مزہ چکھتے ہوں۔ جنت مقصود مطلوب تھی، تو وہی نگاہوں میں سمائی رہتی۔ ان کو دنیا میں بھی جنت کا مزہ آگیا تھا۔ وہ دوزخ سے اس طرح ڈرتے، کانپتے اور لرزتے تھے ان کے چہروں کے رنگ بدل جاتے، جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے، آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے، داڑھیاں بھیگ جاتیں، گویا کہ آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہوں۔

جنت کتنی قریب تھی اور کیسی حقیقت بن گئی تھی، اس کا اندازہ ایک واقعے سے کیجیے۔

ایک دفعہ نبی کریمؐ منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، پھر واپس کھینچ لیا۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ کیا ہوا۔ پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: میرے سامنے جنت کا ایک خوشہ تھا، میں نے چاہا کہ اسے توڑ کر تمھیں دکھادوں۔

جنت، نہ وعظ تھی، نہ افسانہ اور کہانی، بلکہ جو کچھ ان کو پیش آتا تھا، جن حالات میں وہ چلتے پھرتے تھے، جنت ان کے سامنے رہتی تھی، عذاب اور

دوزخ کا خطرہ انھیں لاحق رہتا تھا۔وہ جنت کی خوشبو سونگھتے اور متوالے ہوکر جان قربان کردیتے۔ جنت کے باغ کا تصور ذہن میں لاتے تواُس کی چاہت اور تڑپ میں دنیا کا بہترین باغ اللہ کی راہ میں دے دیتے۔آندھی چلتی تو کانپ اٹھتے۔کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو زاروقطار روتے۔اسی چیز نے ان میں بے مثال قربانی، اطاعت اور اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کیا تھا۔

آج بھی اپنے رب سے ملاقات کی ایسی ہی یاد اور جنت کا ایسا یقین اور حصول کے لیے ایسی ہی تڑپ اور جہنّم کی آگ کاایسا ڈر، کسی نہ کسی درجے میں ہمیں حاصل کرنا چاہیے۔یہ ناگزیر ہے۔اگر ہم نے یہ نہ کیا تو اُن سارے کاموں کا ہمیں کوئی فائدہ نہ ہوگا جو ہم خدا کی راہ میں کر رہے ہیں۔

اللہ کی اطاعت میں اتنی محنت کے بعد بھی، آخرت میں اجر نہ ملے تو اس ساری تگ ودور کاکیا فائدہ؟ اس سے بہتر تو شاید یہ ہوگا کہ ہم دنیا ہی کے لیے بھاگ دوڑ کریں، یہیں کچھ کمالیں، یہیں کچھ بنالیں۔ہم دین کے لیے کام کریں، دنیا کا نقصان بھی اٹھائیں اور یہ بھی سمجھتے رہیں کہ ہم بڑے اچھے اعمال کررہے ہیں، لیکن آخرت کی آندھی سب کچھ اڑاکر لے جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں، تویہ بڑے نقصان کاسودا ہوگا۔خدا نہ کرے کہ ہم ایسے ہوں، اور مجھے امید ہے کہ ہم ایسے نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی تنبیہ کو یاد رکھنا ضروری ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ (الکھف۱۸:۱۰۳۔۱۰۴) ”اے نبیؐ، ان سے کہو، کیا ہم تمھیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام ونامراد لوگ

کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی وجہد راہِ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں"۔

یہ بات ہر وقت ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جو کام محض دنیا کہ خاطر ہوا وہ ضائع ہوگیا۔ کیونکہ جسم سے آخری سانس نکلتے ہی دنیا ہاتھ سے نکل جائے گی۔دولت ہو، مکان ہو، کھیت ہوں، کاروبار ہوں، غرض دنیا کی کوئی بھی چیز ساتھ جانے والی نہیں۔قبر میں کوئی چیز ساتھ نہیں جاتی۔دنیا میں جو کچھ کمایا، وہ پیچھے رہ گیا۔صرف اعمال ساتھ ہوں گے۔اب اگر اعمال بھی، خواہ وہ کتنے ہی دینی ہی کیوں نہ ہوں، خدا اور آخرت کے لیے نہ ہوئے تو وہ بھی ضائع جائیں گے۔اگر چہ ہم اس خیال میں مگن ہوں کہ ہم تو بہت ہی اچھے کام کر رہے ہیں اور آخرت کے لیے ذخیرہ کررہے ہیں۔یہ تو بہت ہی نقصان کا سودا ہوگا کہ ہم اللہ کے دین کاکام بھی کریں اور آخرت میں اس کا بدلہ بھی نہ ملے۔

دعوت کا ایک اہم پہلو

فکرِ آخرت، رب سے ملاقات کی یاد اور تیاری، جنت کے حصول کی تڑپ اور نارِ جہنّم کاخوف، صرف ہمارے ہی لیے ضروری نہیں ، بلکہ ہماری دعوت کے مخاطبین کے لیے بھی ضروری ہے۔اگر ہم نے کسی کو اجتماع میں شریک کرلیا، کسی سے اعانت لے لی،کسی کو کتاب پڑھوادی، کسی سے ووٹ لے لیا، مگر اس سے اُس کو آخرت کاکوئی فائدہ نہ ہوا، تو ہم نے اس کی کوئی خیر خواہی نہیں کی،اس کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی۔ دوسری پارٹیاں بھی لوگوں سے پیسے

لے لیتی ہیں، انھیں جلسے جلوس میں لے جاتی ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہمارے ان تمام کاموں کے نتیجے میں اس کوآخرت میں اجر ملنا چاہیے اور اس کی آخرت سنور نی چاہیے۔

نبی کریمؐ نے صرف اپنے ساتھیوں ہی سے نہیں کہا کہ فکرِ آخرت اور اللہ سے ملاقات کی تیاری کرو، بلکہ آپؐ انتہائی کٹّر مخالف، مشرک، کافر، یہودی، عیسائی، منافق، ہر ایک کو بار بار آخرت کے عذاب سے ڈراتے رہے۔ آپؐ نے اپنے رشتہ داروں کو کھانے پر جمع کیا تو یہی بات کہی۔ کوہ صفا پر کھڑے ہوئے تو آپؐ نے یہی کہا کہ اُس عذاب سے ڈرو جو تمھارے سروں پر اس طرح کھڑا ہے جس طرح اس پہاڑی کے پیچھے کوئی لشکر موجود ہو جوابھی تمھیں دبوچ لے گا۔ اپنی اولاد کو، اپنے چچاؤں اور پھوپھیوں کو، اپنے اعزہ و اقربا کو، ایک ایک کانام لے لے کر، اُن کو اُس دن کی تیاری کرنے کی دعوت دی جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔

ہر نبی کو اللہ تعالٰی نے یہی کہہ کر بھیجاکہ اَنْذِرْقَوْمَکَ، اپنی قوم کو خبردارکرو اور ڈراؤ اس سے پہلے کہ عذاب آجائے۔

قرآن کا ایک بڑا حصّہ آخرت کے بیان ہی پر مشتمل ہے۔ صرف یہ دعوت ہی نہیں دی کہ اپنے رب کی ملاقات کی تیاری کرو، بلکہ بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آخرت کیسی ہوگی، کس طرح قبر سے اٹھوگے، کس طرح اللہ کے سامنے جاؤ گے، حشر کا میدان کیساہوگا، وہاں کیاسماں ہوگا، اعمال کاوزن کیسے ہوگا، عذاب کس قسم کا ہوگا، کیسی ذلت ورسوائی اور حسرت وندامت ہوگی، جہنّم کی آگ کیسی ہوگی، آگ کے کوڑے ہوں گے، پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی ہوگا جس سے آنتیں کٹ جائیں گی، سر پر آگ کاسایہ ہوگا

اور لیٹنے کے لیے آگ کا بستر۔۔۔گویا ایک ہولناک منظر ہے جس کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

قرآن میں احکام کی اتنی تفصیل بیان نہیں ہوئی، لیکن آخرت کے حوالے سے ایک ایک چیز کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔یہ نہیں بیان کیا کہ ہر نماز کی کتنی رکعتیں ہیں، ان میں فرائض کیا ہیں اور سنن ومستحبات کیا ہیں، زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے، لیکن آخرت کی ایک ایک بات بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ ایک ایک عذاب کی تفصیل ہے، ایک ایک نعمت کا تذکرہ ہے، جنت کیسی ہوگی۔۔اس میں بالا خانے ہوں گے، محلات ہوں گے، خیمے ہوں گے، گھنے لمبے سائے ہوں گے، ہر قسم کے پھل اور میوے ہوں گے، انگور ہوں گے، انار ہوں گے، کھجور ہوگی، کیلا ہوگا، بیری کے درخت ہوں گے۔ پانی، دودھ، شہد، غرض ہر قسم کے بہترین مشروبات کے چشمے بہہ رہے ہوں گے،حسین وجمیل رفاقتیں ہوں گی، حوریں ہوں گی اور یہ سب کچھ ہمیشہ کے لیے ہوگا۔

قرآن ہی ہمارے لیے روشنی ہے، قرآن ہی ہمارا رہنما ہے، قرآن ہی کی طرف ہماری دعوت ہے، لیکن ہماری دعوت میں آخرت کا بیان کہاں ہے اور کتنا ہے؟ اگر ہم قرآن کی دعوت لے کر کھڑے ہوئے ہیں،قرآن کا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں، قرآن پر لوگوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں تو ہماری دعوت کو بھی قرآن ہی کے انداز میں آخرت کی دعوت ہونا چاہیے۔ اپنے مخالفین کو، خواہ وہ کہیں بھی ہوں اور کیسی ہی استعداد رکھتے ہوں، قرآن کے اسی انداز میں آخرت کی تیاری کی دعوت دینا چاہیے۔

اگر غور کریں تو اس لحاظ ہم بہت پیچھے ہیں۔جو تقریریں ہم کرتے ہیں ان کو دیکھیں، جودرس ہم دیتے ہیں ان پر نگاہ ڈالیں، تربیت گاہوں کے جو

پروگرام ہوتے ہیں ان کا جائزہ لیں، ان سب میں رب سے ملاقات کی یاد اور جنت ودوزخ کے ذکر کا کتنا حصّہ ہوتا ہے؟ کبھی ایک دم ہمیں خیال آتا ہے کہ فکرِآخرت کا پروگرام بھی ہونا چاہیے۔ایک حدیث رکھ لو، ایک درس رکھ لو، ایک تقریر رکھ لو، مگر قرآن کے وہ حصّے جہاں جنت اور جہنّم کا بیان ہے وہ ہمارے درس کا موضوع نہیں بنتے۔ شاید یہ سب کچھ جدید دور کا بھی اثر ہے کہ ہم کو اب شاید کچھ غیر شعوری ہچکچاہٹ ہوتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے اس زمانے میں یہ حوروغلمان کاذکر کرتے ہیں اور محلات کاذکر تے ہیں، جنت کالالچ دیتے ہیں اور آگ سے ڈراتے ہیں۔

ہم سوچتے ہیں کہ آج کل اس طرح لوگ کہاں متاثر ہوں گے، کہاں مانیں گے۔ اب تو اسلامی نظام کی برتری ثابت کرنا چاہیے۔ دوسرے نظام ہائے حیات پر تنقید کرنی چاہیے، عالمی اور قومی سیاست کے حوالے سے بات ہونا چاہیے۔ یہ سب کچھ بھی ضرور ہونا چاہیے، لیکن صرف اس سے کام ہر گز نہیں چلے گا۔ ہمارے دروس میں، نہیں ہوتا۔

ظاہر ہے کہ یہ ہونا چاہیے کیونکہ لوگوں کے ساتھ اصل بھلائی ہی یہ ہے کہ وہ آخرت میں کامیاب ہوسکیں۔ہمارا سارا کام اسی لیے ہے کہ لوگ جنت کے طلب گار بن جائیں۔پھر دین بھی قائم ہوگا اور دنیا میں بھی اسلامی نظام کی جنت بنے گی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ لوگ انھی جذبات سے اس دین کی طرف آئیں جن جذبات سے وہ قوم پرستی اور سوشلزم کی طرف جاتے ہیں تو اسلام کے لیے یہ نسخہ کار گر نہیں ہوسکتا، نہ ہورہاہے۔

جب لوگ جنت کے طلب گار بن جائیں گے جس طرح صحابہ کرامؓ تھے تو پھر وہ دنیاکو بھی جنت بنائیں گے اور دنیا میں عدل وقسط کا نظام بھی قائم ہوگا۔تاریخ گواہ ہے کہ اسپین سے لے کر چین تک، ساری دنیا اُن کے

قدموں میں ڈھیر ہوگئی جو جنت سماوی کے طلب گار تھے۔اگر وہ دنیا کے طلب گار ہوتے تو کیا دنیا اس طرح ان کے آگے ڈھیر ہوتی؟ ہمیں بھی یہ جاننا چاہیے کہ جب ہم آخرت کے طلب گار بن جائیں گے تو اللہ تعالیٰ دنیا کو ہمارے قدموں میں اُسی طرح ڈھیر کردے گا جس طرح ان کے آگے دنیا بچھتی چلی گئی۔ لیکن ہم نے صرف دنیا طلب کی تو آخرت بھی ہاتھ سے جائے گی اور دنیا بھی!

دنیا ہماری مطلوب کیوں ہو، جب کہ اس طرح اس کا ملنا غیر یقینی ہے اور جنت کا ہاتھ سے جانا یقینی۔ دنیا تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا دے گا، جس کو چاہے گا نہیں دے گا، لیکن آخرت حوالے سے اس کا وعدہ یقینی ہے کہ جس نے آخرت کا ارادہ کر لیا اور اس کے لیے کوشش کی جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے، اور اس کے دل میں ایمان ہے تو اس کی محنت کی لازماً قدردانی کی جائے گی۔

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۱۹

(بنی اسرائیل ۱۷: ۱۹) ”جو آخرت کا خواہش مند ہو اور اس کے لیے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے، اور ہو وہ مومن، تو ایسے ہر شخص کی سعی مشکور ہوگی۔“

ہر آدمی دن رات محنت کرتا ہے۔کسی کو چند ٹکے ملتے ہیں اور کسی کو لاکھوں مل جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے کسی کو بقدرِ ضرورت دیتا ہے اور کسی کو بلا حساب دیتا ہے، اس لیے کہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور اس کی کوئی قیمت نہیں۔ اِس کی حقیقت تو بس اتنی ہے جیسے ایک مچھر کا پر، یا جیسے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر کچھ پانی حاصل کرلے، یا جیسا کہ قرآن نے

کہا: اگر یہ امکان نہ ہوتا کہ سارے کے سارے لوگ کافر ہوجائیں گے تو ہم رحمٰن کا انکار کرنے والوں کے گھروں کی چھت، زینے، دروازے، فرنیچر سب چاندی کا بنادیتے، بلکہ سونے کا۔ پھر بھی ان کی قیمت اس سے زیادہ نہ ہوتی کہ جب تک سانس ہے آدمی اس سے کام لے لے، یا لذت اندوز ہولے۔ جو چیز ختم ہونے والی ہو اس کی کیا حقیقت ہوسکتی ہے۔

حقیقی خسارہ

قرآن مجید میں بار بار اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ:اس دنیا کو مقصود نہ بناؤ، بلکہ اس دنیا کے ذریعے آخرت کا سامان کرو۔یہی راہ پکڑو گے تو کامیابی تمھارے قدم چومے گی۔یہ بات ہر لمحے یاد رکھو کہ اپنے رب سے ملاقات کرنا ہے، اس ملاقات کی تیاری کرو۔قیامت کے دن وہ یہی پوچھے گاکہ تم نے دنیا کی زندگی میں آج کے دن ہم سے ملاقات کو یاد رکھا تھا یانہیں۔اگر اِس دنیا میں یہ بات بھلادی گئی کہ اللہ تعالٰی سے ملاقات کرنا ہے تو تباہی و بربادی اور ناکامی وخسارہ مقدر ہوگا۔ دیکھیے کتنے دل دہلادینے والے الفاظ ہیں:

وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۝ (الجاثیہ ۴۵:۳۴) ”اور ان سے کہہ دیاجائے گا کہ آج ہم بھی اُسی طرح تمھیں بھلائے دیتے ہیں جس طرح تم اِس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے۔ تمھارا ٹھکانا اب دوزخ ہے اور کوئی تمھاری مدد کرنے والا نہیں ہے۔“

مزید فرمایا:

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا ۚ اِنَّا نَسِیْنٰکُمْ (السجدہ ۳۲: ۱۴) ''پس اب چکھو مزا اپنی اس حرکت کا تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کردیا، ہم نے بھی اب تمھیں فراموش کر دیا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق، محض بھولنے اور یاد رکھنے کا معاملہ نہیں ہے۔جب وہ کہتا ہے کہ ہم بھلادیں گے تو اس کے معنی دراصل یہ ہیں کہ ہم نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے، رحمت نہ کریں گے۔جس دن کوئی سایہ نہیں ہوگا سوائے اس کے سائے کے، کوئی سہارا نہ ہوگا سوائے اس کے سہارے کے، کسی کی نظر کام نہ آئے گی سوائے اس کی نظرِ کرم کے،کسی کی توجہ سے کام نہ بنے گا سوائے اس کی توجہ کے۔۔۔ذرا سوچیے کہ اگر اُس دن اُس نے ہمیں بھلا دیا تو کیا بنے گا!

لہٰذا اللہ تعا لیٰ سے ملاقات کے اس دن کو برابر یاد رکھنا اور اس ملاقات کی تیاری کرنا، یہ وہ کام ہے جو اپنے لیے بھی ضروری ہے اور جو ہمارے مخاطب ہیں یا ساتھ چلنے والے ہیں، ان کے لیے بھی ضروری ہے۔حضور اکرمؐ نے اپنی جو مثال بحیثیت داعی کے دی ہے، اسے دیکھیے۔آپؐ نے فرمایا: میری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ جلائی۔اب تم ہو کہ پر وانوں کی طرح اس آگ میں گر رہے ہو اور میں ہوں کہ تمھاری کمریں پکڑ پکڑ کر تمھیں روک رہاہوں اور کہہ رہا ہوں، لوگو! آگ سے بچو۔

بحیثیت داعی ہمارا کردار حضوراکرمؐ کی اس مثال کے مطابق ہونا چاہیے۔ اگر ہمارے گھر میں آگ لگ جائے تو ہم اپنی جان خطرے میں ڈال کر، اپنے بچوں کو اٹھا کر باہر بھاگیں گے، پانی لے کر آئیں گے اور آگ بجھائیں گے۔اگر ہماری بیوی، بھائی، بہن، ماں باپ، دوست، رشتہ دار آگ میں جلنے کے خطرے

کے قریب ہوں تو یقیناً ہم بے چین ہوجائیں گے۔ اگر یہی لوگ جہنّم کی آگ کے قریب جارہے ہوں تو کیا یہی جذبہ ہمارے اندر پیدا ہوتا ہے، کیا ہم اسی طرح کوشش کرتے ہیں کہ ان کو آگ سے بچالیں؟

آخرت کی یاد اور آخرت کے لیے تیاری، یہی وہ پاور ہاؤس ہے جو ہمارے کام اور جدو جہد کو رواں دواں رکھے گا۔ سارے کاموں میں یہی یاد جاری وساری رہنا چاہیے، خواہ وہ الیکشن کاکام ہو یا نعروں اور جلوس کاکام یا پوسٹر لگانے کا۔ جو کام بھی آپ کریں صرف اس لیے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہو، آپ کو اپنی جنت میں داخل کردے۔ پھر دیکھیے اس کام میں کتنی اور بے انتہا برکت ہوتی ہے۔ اس کام کا بہت بڑا اجر آپ کو آخرت میں یقیناً ملے گا، اگر چہ دنیا میں بظاہر کچھ نہ بھی ملے، یہاں آپ الیکشن نہ بھی جیتیں اور چاہے لوگ آپ کی بات سن کر نہ دیں۔ لیکن اگر آپ نے صرف اس لیے کیا کہ کسی نہ کسی طرح الیکشن جیت جائیں، الیکشن تو آپ ہار بھی سکتے ہیں، لیکن آخرت میں آپ کو اس کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی کام قبول کرے گا جو خالص اس کے لیے ہو۔ بظاہر الیکشن تو دنیاوی کام ہے اور اگر کوئی شخص قرآن کا حافظ اور عالم ہو یا اللہ کی راہ میں شہید ہوجائے، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والا ہو، یہ خالصتاً دینی کام بھی اگر صرف اللہ کے لیے نہ کیے گئے ہوں، تو یہ بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا، بلکہ ان کو جہنّم میں ڈال دے گا۔ عمل تو وہی قبول ہوگا جو خالص صرف اسی کے لیے ہو، اسی سے اجر کے لیے ہو۔ آخرت کے مسافر اور بھی ہیں، فرق اتنا ہے کہ دوسرے لوگوں کے نزدیک آخرت گوشے میں بیٹھ کر ملتی ہے، مگر ہمارے نزدیک آخرت اللہ کے دین کی راہ میں جہاد کے ذریعے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یقینی وعدہ کیا ہے:

وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (آل عمران۳:۱۹۵) ''میں ان کو ضرور بالضرور جنتوں میں داخل کروں گا جہاں نہریں بہتی ہوں گی''۔

یہ ہونی چاہیے ہماری دعوت، یعنی رب سے ملاقات اور جنت کی طلب۔ دوسرں کو بلانا ہے تو اس طرف ہی بلانا ہے کہ وہ جنت کے طلب گار بنیں اور اللہ کے دین کی راہ میں جہاد کے لیے کھڑے ہوجائیں۔ ہماری دعوت کا موضوع یہی بن جائے، یہی دعوت کی روح بن جائے کہ :

وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ (الحدید۵۷:۲۰) ''آخرت میں ایک طرف عذاب شدید ہے، دوسری طرف اللہ کی مغفرت اور رضا''۔

یہ دونوں ہمارے منتظر ہیں۔ ہمیں فیصلہ یہ کرنا ہے کہ ان میں سے کون سی چیز ہم اپنے لیے منتخب کرتے ہیں۔

گویہ دونوں چیزیں آج ہمیں آنکھوں سے دکھائی نہیں دے رہیں۔ لیکن اگر ہمیں اس بات پر یقین ہے کہ قرآن مجید اللہ کاکلام ہے تو مغفرت و رضوان کے انعام کا اور عذاب شدید کا پورا نقشہ، ہم قرآن مجید میں دیکھ سکتے ہیں۔ آپ قرآن مجید کثرت سے پڑھیں، اس کو یاد کریں،اس کو نمازوں میں پڑھیں، چھوٹی چھوٹی آیتوں کے معنی یاد کرلیں۔ صبح وشام، اٹھتے بیٹھتے ، موت کو یاد رکھیں۔ قرآن پڑھیں تو خود اس کا مخاطب بنائیں۔ اپنے مخاطبین کو دعوت دیں تو آخرت کے بیان اور آخرت کے لیے تیاری کو اس میں شامل کریں۔ اس طرح آپ کی زندگی صحیح راہ پر چلے گی اور آپ کی محنت کا بدلہ آپ کو لازماً ملے گا۔ بالآ خر وہ وقت بھی آئے گا جب ہم اس کی جنت میں داخل ہونے کے مستحق ٹھیریں گے۔

آخرت کی یاد

ایک چھوٹا سا عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو یاد رکھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔اس کواگر آپ اپنے اوپر لازم کرلیں تو آپ بھی اس کے ذریعے آخرت کا سفر بار بار کر سکتے ہیں۔

ایک دعا ہے جو نبی کریمؐ نے سکھائی ہے اور یہ کوئی بہت لمبی دعا نہیں ہے: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار۔ اے اللہ مجھے آگ سے بچالے۔

بہت چھوٹی، بہت سادہ، بہت آسان دعاہے۔اس عربی ہی میں یاد کرنا چاہیے، اور یہ کوئی ایسا مشکل کام بھی نہیں۔اگر ہم اُن الفاظ میں یہ دعا مانگیں گے جو الفاظ حضور اکرمؐ نے سکھائے ہیں تو الفاظ سے بھی برکت کا چشمہ جاری ہوگا، لیکن اگر یہ الفاظ یاد نہ ہو سکیں تو اپنی زبان میں اس کا مفہوم ادا کیا جاسکتا ہے، یعنی اے اللہ مجھے آگ کے عذاب سے بچالے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی مغرب کے بعد اور فجر کے بعد سات سات دفعہ یہ دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ کے عذاب سے بچالے گا۔ دعا خود سے تو کام نہیں کرتی۔دعا تو اس بات کا اظہار ہے کہ آپ کواُس چیز کی طلب ہے، پیاس ہے جو آپ مانگ رہے ہیں۔ جب آپ پانی مانگتے ہیں تو آپ کو پیاس لگی ہوتی ہے، آپ کھانا مانگتے ہیں تو بھوک لگی ہوتی ہے۔ جتنی شدت سے بھوک پیاس ہوتی ہے اتنی ہی بے چینی اور اضطراب اور لگن سے آپ پانی اور کھانا مانگتے ہیں اسی طرح آپ کو آگ سے بچنے کی فکر لگی ہو اور شدت سے لگی ہو، خوف، اندیشہ، بے چینی اور اضطراب سے دل بھرا ہوا ہو، اور پھر آپ کہیں اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ، تو ان الفاظ کا اثر ہوگا۔ دل میں آگ لگی ہوگی تو الفاظ دل سے نکلیں گے، رنگ

لائیں گے۔ یہ الفاظ آپ دل سے کہیں گے تودل میں آگ سے بچنے کی فکر بھی پیدا ہوگی۔ مانگنے سے بھی بھوک پیاس محسوس ہونے لگتی ہے۔یہ گویا دو طرفہ عمل ہے۔اس لیے صبح وشام فجر اور مغرب کے بعد ضرور کہیں: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ ۔

میں نے اس عمل میں تھوڑا سااضافہ کیاہے۔ میں جس طرح پڑھتا ہوں، آپ بھی چاہیں اور مفید سمجھیں تو اس طرح ہی پڑھیں۔اس میں کوئی زیادہ وقت بھی نہیں صرف ہوتا۔ ہر بار جب میں یہ کہتا ہوں کہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ، توآخرت کے سفر کی کسی ایک منزل کا نقشہ اپنے ذہن میں رکھتا ہوں۔یہ سفر قرآن مجید میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔میں اس سفر کے کسی ایک مرحلے کی تصویر اپنے ذہن میں لاکر کہتا ہوں : اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔

☆ **پہلا مرحلہ** : آپ پہلی دفعہ کہیں تو موت کا وقت یاد کریں۔ قرآن مجید میں موت کے وقت کا کثرت سے ذکر کیا گیا ہے۔کسی ایک منظر کو اپنے ذہن میں تازہ کر لیں۔ایک یہ ہے:

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝۲۶ وَ قِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝۲۷ وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝۲۸ وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝۲۹ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ اِلْمَسَاقُ ۝۳۰ (القیامہ۷۵: ۲۶۔۳۰) ”ہر گز نہیں، جب جان حلق تک پہنچ جائے گی، اور کہا جائے گا کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کر نے والا، اور آدمی سمجھ لے گا کہ یہ دنیا سے جدائی کا وقت ہے، اور پنڈلی سے پنڈلی جڑ جائے گی۔ وہ دن ہوگا تیرے رب کی طرف روانگی کا۔“

جب جان حلق تک پہنچ جائے گی، پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔کوئی سہارا نظر نہ آئے گا جو موت سے بچائے اور کوئی جھاڑ پھونک کر کے بھی نہیں بچا

سکے گا، تو یقین ہو جائے گا کہ بس اب تو دنیا کو چھوڑ نا ہے۔بھائی بہن، ماں باپ، رشتہ دار، مال ودولت، مکان سب کچھ چھوڑنا ہیں، جسم کی سب قوتیں ختم ہوجائیں گی۔اب اللہ کی طرف جانا ہے اور سوائے اعمال کے کوئی سہارا نہیں۔یا اس وقت کو یاد کریں جب فرشتے آئیں گے، اور چہروں اور پیٹھوں پر آگ کے کوڑے ماریں گے، يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۞ (محمد۴۷: ۲۷) موت کے کسی منظر کو چند سیکنڈ کے لیے قرآن کے کسی حصّے کے ذریعے، یا ذہن میں لاکر آپ موت کا وقت یاد کریں، اور اس کے بعد کہیں: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ ۔یہ پہلا مرحلہ ہوا۔

☆ **دوسرا مرحلہ** : موت کے بعد قبر کی منزل ہے۔دوسری بار کہنے لگیں تو قبر کا مرحلہ یاد کریں۔اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قبر ہی دراصل فیصلہ کردے گی کہ آگے کیا ہوگا، یا تو آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ۔

حضرت عثمانؓ کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ جب کسی قبرپر کھڑے ہوتے تو اتنا زاروقطار روتے تھے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جایا کرتی تھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ قبر کہتی ہے میں تنہائی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں۔لہٰذا قبر کا عذاب، اُس کے مختلف منظر اگر ذہن میں تازہ رکھیں، اور کہیں : اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ ۔یہ دوسرا مرحلہ ہوا۔

☆ **تیسرا مرحلہ** : قیامت کا ایک مرحلہ وہ ہوگا جب قبروں سے نکال کر اللہ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔لوگ دیوانہ وار اٹھ کر بھاگیں گے، ہوش اُڑے ہوں گے ، نگاہیں اٹھ نہ رہی ہوں گی، چہروں پر ذلت کی سیاہی ہوگی، ننگے ہوں گے مگر دیکھنے کا ہوش نہ ہوگا۔سورج قریب آجائے گا،

پسینہ اس طرح بہے گا کہ لوگ کانوں تک غرق ہوں گے۔ ہلکے سے ہلکا عذاب یہ ہوگا کہ آدمی کو آگ کے جوتے پہنادیے جائیں گے اور اس کا دماغ کھولنے لگے گا۔ اعمال نامے ہاتھ میں ہوں گے اور سب لوگ خدا کے حضور کھڑے ہوں گے، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قسمت کا فیصلہ ہو رہا ہوگا۔ جس کے نیک اعمال بھاری ہوں گے تووہ دل پسند زندگی پائے گا، اور جس کے بد اعمال بھاری ہوں گے تو اس کا تو ٹھکانہ آگ کا گڑھا ہوگا۔

یہ تیسری منزل ہے حشر کی۔ کسی بھی منظر کو ذہن میں تازہ کر لیں اور کہیں: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔

☆ **چوتھا مرحلہ:** چوتھی منزل پُل صراط کی ہے۔ آپ سوچیں کہ ہر شخص جہنّم پر سے گزرے گا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ بعض لوگ ہوا کی رفتار سے گزر جائیں گے، اور بعض اس سے آہستہ، اور بعض لڑ کھڑاتے ہوئے گزریں گے، اور بعض وہیں جہنّم کے اندر گر پڑیں گے۔ اس وقت تو اعمال ہی سواری ہوں گے، کوئی اور سواری نہ ہوگی۔ آپ اس منظر کو ذہن میں لائیں اور چوتھی بار کہیں: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔

☆ **پانچواں مرحلہ:** پانچویں دفعہ اس آگ کو دیکھیں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس کثرت اور تفصیل سے کیا ہے۔ اس آگ کے جسمانی عذاب کا تصور کریں۔ وہاں پر آگ کا بستر ہے، آگ کی چھت ہے، پیپ کا پانی ہے، کانٹوں کا کھانا ہے، لوہے کے ہتھوڑے ہیں، سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جا رہا ہے، ان میں کسی ایک کا تصور اپنے ذہن میں رکھیں اور پھر کہیں: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔

☆ چھٹا مرحلہ : پھر وہاں ایک عذاب اور بھی ہے۔ یہ رسوائی اور حسرت وندامت کا عذاب ہے۔ یہ نفسیاتی اور روحانی عذاب ہے۔ چھٹی بار اس کا تصور کریں۔ یہ حشر سے شروع ہوگا، مثلاً جب وہاں آپ کے سارے اعمال براڈ کاسٹ کر دیے جائیں گے، وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ (۸۱:۱۰)، کیا آپ اس گھڑی کا سامنا کر سکتے ہیں؟ میں بھی اپنے آپ کو جانتا ہوں، اور آپ بھی اپنے آپ کو جانتے ہیں۔ کیا کوئی یہ رسوائی مول لے سکتا ہے کہ اس کے سارے اعمال آپ لاؤڈ اسپیکر پر بیان ہونا شروع ہو جائیں۔ کتنی رسوائی، کتنی ذلّت ہمارے حصّے میں آئے گی؟ پھر وہاں زبر دست ندامت و حسرت یہ ہوگی کہ۔ ہماری اتنی مختصر سی عمر تھی، اس کو ہم نے کیوں ضائع کر دیا۔ پھر جہنّم سے نکلنا چاہیں گے تو کوئی نجات کی صورت نظر نہ آئے گی۔ جن کا مذاق اڑاتے تھے ان کو ہی عیش وآرام میں دیکھیں گے۔ آپ ذلّت کا، رسوائی کا، حسرت کا، یہ عذاب یاد کریں اور چھٹی بار کہیں: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔

☆ ساتواں مرحلہ : آخر میں آپ یہ سوچیں کہ جو کچھ کل پیش آنے والا ہے، یہ سب آج کی کمائی ہے، یعنی کل کے جتنے بھی مرحلے پیش آنے والے ہیں، یہ آسان ہوں گے تو صرف آج کے نیک اعمال سے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آج مجھے ان اعمال سے بچالے کہ جو کل آگ کی طرف لے جانے والے ہیں۔ پھر آپ کہیں: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔

اس طرح آپ دنیا سے چلنا شروع کریں، موت کے وقت سے جہنّم تک پہنچیں، پھر واپس لوٹ کر آج کی دنیا میں آجائیں۔ یہ سفر مکمل ہوجائے گا۔

یہ دعا سات دفعہ اگر آپ صبح وشام اس طرح پڑھ لیں تو مشکل سے دو تین منٹ صرف ہوں گے۔ آپ مزید کچھ وقت بیٹھنا چاہیں تو بیٹھ سکتے ہیں۔ لیکن میں آپ کو کسی طویل مراقبے کی تعلیم نہیں دے رہا ہوں۔

اس طرح آپ موت کو یاد رکھنے والوں میں شامل ہوجائیں گے۔اس کے بعد بھی اگر آپ اللہ سے ملاقات کو بھولیں گے، کوئی بات نہیں، انسان بھولنے والا ہے، اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے۔صحابہ کرامؓ بھی ہمیشہ ایک ہی حالت میں نہیں رہتے تھے۔ان کی حالت بدلتی رہتی تھی۔حضورؐ کی محفل میں ہوتے تو گویا جنت ودوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے، گھروں کو جاتے تو یہ کیفیت بہت مدھم ہوجاتی۔

اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ آپ آخر ت کو کبھی نہیں بھولیں گے۔بھول تو آدمی کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم آخرت کو یاد رکھنے کی کوشش کرتے رہیں، اور اگر بھولیں تو فوراً یاد کرلیں۔پھر پوری امید رکھیں کہ اللہ آپ کی برائیوں کو نظر انداز کردے گا، آپ کے گناہوں کو بخش دے گا۔اس کا بھی امکان ہے کہ آپ گناہ کم اور نیکیاں زیادہ کرنے لگیں۔بس آپ کی اپنی طرف سے کوشش ضروری ہے۔اس کوشش کے لیے یہ ایک عملی نسخہ ہے۔اس کو آپ اختیار کر لیں تو ان شاء اللہ آپ کو بہت فائدہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو، سب کو، اس پر عمل کی توفیق عطافرمائے۔آمین! (کیسٹ سے مدوین:عبدالجبار بھٹی)

(ترجمان القرآن، مئی ۲۰۰۵ء)